

خطبہ کے درمیان

وعاما نکتنا

مکتبہ امّہ عربیہ
مکتبہ امّہ عربیہ
مکتبہ امّہ عربیہ

یادِ شرم

ابوالمخاض محمد خاں قادیانی

۱۴۲۸ھ

مکتبہ امّہ عربیہ

عرضِ ناشر

اکثر عوام نماز کے دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر یا زبان سے دعا مانگتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ دُعا دِل میں مانگی جائے یا زبان سے یا ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ دعا دِل میں اور بغیر ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے۔

اس مسئلہ کی صحیح تحقیق اور وضاحت صاحب تصانیف کثیرہ حضرت علامہ مولانا مفتی فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی نے امام اہلسنت عاشقِ ماہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فتاویٰ رضوی اور دیگر فقہاء کرام کی کتابوں سے کی ہے۔

اُمید ہے کہ یہ تحریر عوام و خواص دونوں کیلئے یکساں طور پر مفید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

تمہید

خطبہ سننا اور اس کے وقفہ کے درمیان خاموش رہنا ضروری ہے۔ اس میں کچھ بولنا، کچھ پڑھنا یا دعا مانگنا ممنوع ہے۔ یہاں تک کہ خطبہ میں صلوا علیہ وسلموا تسلیما خطیب صاحب نے پڑھا تو بھی دُرو شریف دل میں پڑھنا چاہئے۔ لیکن ہمارے دور میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے بہت سے سمجھدار بھی دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے نظر آتے ہیں۔ مسئلہ سمجھانے پر خود مجتہدین، بن کر کچھ کا کچھ فرما دیتے ہیں۔ فقیر یہ رسالہ مرتب کر کے احباب اہل اسلام کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اس رسالہ کا نام الدعاء بین الخطبتین اور اس میں بعض ان غیر مقلدوں کا بھی رد ہو جائے گا جو اس وقت دعا مانگنے کو بدعت کہتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

انا الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور، پاکستان ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على عباده الذين اصطفى

لا سيما حبيبہ المصطفیٰ وآلہ واصحابہ اولیٰ التقیٰ والنفیٰ

اما بعد! اُمت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے کہ اس کے ہر مسئلہ پر بحث و تحقیق ہوتی ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اختلاف امتی رحمة میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔ ان مسائل شرعیہ میں خطیہ جمعہ و عیدین کے درمیان دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز۔ ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ کے درمیان صدی گزشتہ میں اختلاف ہوا۔ الفقہیہ امرتہم اللہ اس پر علماء کی تائیدات و تردیدات شائع ہوئیں۔ فقیر کے دور میں بھی اس قسم کے سوالات ہوتے رہتے ہیں اور سابق صدی کی طرح اب بھی جواز و عدم جواز کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ چونکہ فقیر کو نفس جواز میں اختلاف نہیں، ہاں اس دعا کو دل ہی دل میں مانگا جائے ہاتھ اُٹھانے اور زبان سے الفاظ بولنے کے بغیر دعا میں حرج نہیں۔ لیکن جس جواز میں عوام میں انتشار پیدا ہو اس جواز پر عمل نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے مسائل آگے بڑھ کر موجب فتنہ بنتے ہیں۔ الفتنۃ اشد من القتل اسی لئے بہتر ہے کہ دل ہی دل میں دعا مانگی جائے۔

دلائل جواز

فقیر صدی گزشتہ کے علماء کی تحقیقات میں سے پہلے حضرت علامہ مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق ناظرین کو ہدیہ پیش کرتا ہے۔

بین الخطبتین میں دعا مانگنے اور اس دعا میں ہاتھ اُٹھانے کی ممانعت میں کوئی دلیل میری نظر میں نہیں گزری، چونکہ شریعت نے جن احکام کو عام اور مطلق رکھا ہے کسی ہیئت اور وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا، ان کو جس طرح ہم ادا کریں اجازت ہے۔ تاوقتیکہ اس خاص شکل کی ممانعت شرع میں نہ وارد ہو، اسے منع نہیں کیا جاتا۔ اس لئے فقیر نے اس دعا کے جواز کا فتویٰ دیا۔ پس اگر کسی صاحب کے پاس دلیل منع ہو تو مہربانی فرما کر بیان کرے، ان شاء اللہ ہمیں بر خلاف نہ پائے گا۔

جواز کے حوالے

امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ اللہ بعد خروج امام قبل از خطبہ اور بعد اختتام خطبہ قبل از نماز کلام و نماز و ذکر وغیرہ سے منع نہیں فرماتے بلکہ عین خطبہ کی حالت میں سامعین کو دل میں دُرود شریف پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تو جلوس بین الخطبتین کے وقت بھی کلام وغیرہ سے منع نہیں فرماتے۔ اور بوقت خطبہ قرآن شریف کا پڑھنا یا کتب فقہ کا مطالعہ کرنا بعض مشائخ کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک لا باس ہے۔ لیکن ہاتھ یا سر کے اشارہ سے کسی بات سے روکنا یا کوئی خبر سن کر سر کے ساتھ اشارہ کرنا تو سب کے نزدیک لا باس ہے۔ بلکہ نماز قضا کا ادا کرنا یا کسی خطرناک وقوعہ سے مثلاً بچھو یا سانپ نظر آئے تو خبر کر دینا یا کسی نابینا کے آگے کنواں ہے اور خوف ہے کہ اگر نہ روکا گیا تو اس میں گرے گا تو اس کو خبر کرو یا فقہاء عظیم رحمہم اللہ عین خطبہ کے وقت جائز لکھتے ہیں۔ پس جلوس مابین الخطبتین کے وقت سکون عن الحصبہ ہے۔ اگر اس وقت کوئی دل میں یا زبان سے یا ہاتھ اٹھا کر دعائے ننگے تو کس حکم کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اس وقت خطبہ شروع نہیں کہ استماع و انصات لازم ہو۔

ازالۃ وہم

ہاں وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جلسہ میں کوئی کلام نہ فرماتے۔ علامہ علی قاری مرتقاۃ میں اس کی شرح فرماتے ہیں:

ولا يتكلم اى حال جلوسه بغير الذكر او الدعاء او القراءة سرا

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مابین خطبتین جلسہ میں سوائے ذکر یا دعایا قرائت آہستہ کے اور کوئی کلام نہ فرماتے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جزء رابع صفحہ نمبر ۴۹۸ میں لکھتے ہیں،

بين الخطبتين لا كلام فيه لكن ليس فيه نفي ان ذكر الله او يدعوه سوا

یعنی اس حدیث سے مستفاد ہوا کہ جلوس بین الخطبتین کے وقت کوئی حرج نہیں لیکن اس میں آہستہ دعایا ذکر کی نفی نہیں ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے فتاویٰ جلد دوم میں جلسہ بین الخطبتین میں مطلق ذکر کو امام اعظم و امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک مکروہ لکھا ہے اور بحوالہ کافی اس وقت کراہت نقل کر کے پھر کچھ بحوالہ برہندی کلام سے مطلق کلام مراد خواہ ذکر ہو یا قرآن یا ان کے سوا کچھ اور مگر یہی بات مولانا عبدالحی اپنے فتاویٰ کے جلد اول صفحہ نمبر ۱۰۳ میں جلسہ بین الخطبتین میں آہستہ دعا پڑھنا یا ذکر کرنا درست لکھتے ہیں۔
فائدہ..... امام ابو یوسف علیہ الرحمہ تو اس جلسہ میں مطلق کلام ذکر ہو یا قرآن یا دعا جائز بلا کراہت فرماتے ہیں، البتہ امام صاحب و امام محمد مکروہ فرماتے ہیں۔

خلاصہ..... غایت فی الباب اس جلسہ میں طرفین کے نزدیک زبان سے دعا مانگنا مکروہ ہے۔

ازالہ..... ہمارے فقہاء علیہما الرحمہ میں سے بعض نے اس دعا کو بدعت یا غیر مشروع فرمایا۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس وقت دعا مانگنا منقول نہیں، نہ یہ کہ بدعت سیئہ ہے یا ناجائز۔ کیونکہ جس مسئلہ کی اجازت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ سے پائی جائے اس کو بدعت سیئہ، حرام یا غیر مشروع کہہ سکتے ہیں۔

حدیث ساعت اجابت جو بروایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مسلم میں ہے، وہ امام کے جلوس سے امام نووی نے اس کو صحیح اور صواب فرمایا ہے۔ دُرِّ مختار میں بھی اس کو صحیح لکھا گیا ہے۔ علامہ علی قاری نے اس حدیث میں جلوس امام سے جلوس مابین الخطبتین یا جلوس علی المنبر قبل الخطبہ مراد لیا ہے اور طبیبی نے بعض شراح مصابیح سے ساعت اجابت بوقت جلوس مابین الخطبتین لکھا ہے۔ بہر حال یہ وقت ساعت اجابت میں سے ہے۔ اس لئے اس وقت جی میں دعا مانگنا علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں اور حموی نے شرح اشباہ میں جائز لکھا ہے۔ تو اس وقت جبکہ خطیب خاموش بیٹھتا ہے بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے، لیکن اس وقت زبان سے دعا مانگنا امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک اور پیچھے گزرا کہ کراہت وجواز میں منافات نہیں۔ فتویٰ مولانا حشمت علی عیسیٰ بھٹتی رحمۃ اللہ (الفقہیہ، ۱۴ جون ۱۹۲۵ء) امرتسر میں آپ نے اس مسئلہ کی توجیح میں لکھا ہے کہ دعا بین الخطبتین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔ بلکہ ابتداء خطبہ سے انہاء تک ہر طرح کا عمل، کلام، سلام، دعا و دُرود وغیرہ ممنوع و مکروہ ہے اور استماع و انصات واجب ہے۔ لیکن چونکہ بعض کے نزدیک دعا قبول ہونے کی جگہوں میں سے جلسہ بین الخطبتین اور وقت اقامت بھی ہے۔ لہذا بغیر ہاتھ اٹھائے اور بلا زبان و لب بلائے دل سے دعا مانگنا چاہئے تاکہ ترک واجب بھی نہ ہو اور مطلب بھی حاصل ہو۔ کمافی مرآۃ الفلاح وغیرہ۔

تحقیق الرضوی بقلم الاویسی غفرلہ

اس موضوع پر امام محدث بریلوی قدس سرہ کا ایک مستقل رسالہ ہے رعایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین اس میں سوال ہے کہ اس جائے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر آہستہ دعا مانگی جاتی ہے اور بعض لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعت سیئہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں لہذا التماس ہے کہ جواب صواب سے خصوصت بین السلسلین فرمادیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو جواب لکھا کہ

الجواب..... امام کیلئے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کیلئے نبی شری نہ ہونا ہی سنو کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں (جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بے ان کی جہی کے ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی خصوصاً دعا و عسی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے بکمال ترغیب و تاکید علی الاطلاق بے تحدید و تہقید بلایا اور احادیث شریفہ نے اسے عبادت و مغز عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فتویٰ الخطاب اس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو سینچہ برسنے دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم و غیرہما میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم تو بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت، لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث کتب میں صاف اس کا جواز افادہ فرمایا۔ مولانا علی قاری مکی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث یخطب ثم یجلس فلا یتکلم فرماتے ہیں، لا یتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر او الدعاء او القراءة سرا ولا ولی القرۃ لروایۃ ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرؤ فی جلوسہ کتاب اللہ ابع حالتہ جلوس میں سوائے ذکر یا دعاء یا قرأت کے آہستہ طور اور کوئی بات نہ کرے افضل قرأت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوس میں صرف قرأت کرتے۔

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں، سفاد ان الجلوس بیفہما لا کلام فیہ و لیس فیہ نفی ان ینکر اللہ او یدعوہ سرا اس کا مفاد یہ ہے کہ وہ خطبوں کے درمیان جلوس کے وقت کوئی کلام نہیں کرنا چاہئے ہاں اسکی نفی بھی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا آہستہ طور دعا مانگے۔

علامہ ذرقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں، **ثم يجلس فلا يتكلم جهرا فلا ينفذ** **فی رواية ابن حبان أنه كان يقرؤ فيه ای الجلوس وقال الحافظ مفاده الى اخر ما مر** پھر دو خطبوں کے درمیان بیٹھے لیکن جہراً کوئی بات نہ کرے اور ابن حبان کی روایت کے منافی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جلوس میں قرأت فرماتے، اس کا مفاد وہی ہے جو حافظ ابن حجر مکی کی عبارت میں گزرا۔

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ ان اوقات میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی آمد ہے، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارہ ساعت جمع فرمایا، **هی ما بین ان يجلس الامام الى ان تقضى الصلوة** وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔ دوسری حدیث میں آیا، حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا، شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔ رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، انہیں ابن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔ یوہیں امام عامر شعی تالعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری۔

انہیں شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اس کا وقت بتایا، رواہ المروزی۔ اسی طرح امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہوا، رواہ ابن المنذر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا، رواہ حمید بن زنجویہ۔ بہر حال یہ وقت بھی ان میں داخل تو ہے، یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کیلئے دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو تو اس کیلئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے یاتعین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود ارشاد اقدس **ما بین ان يجلس الامام** سے یہی جلسہ مراد رکھا۔ **اشد المعات** شرح مشکوٰۃ میں ہے، ہی گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان ساعت الجمعہ کہ آں ساعت میان نشستن امام ست بر منبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان دو خطبہ مراد داشتہ اند۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کی مستجابہ ساعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ وقت ہے جب امام دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے تا ادائیگی نماز، امام طیبی نے بھی یہ ساعت انہی دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا فرمایا ہے۔

اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ **الساعة المستجابة فی الجمعة** میں ہے۔ (اویسی غفرلہ)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اہل المذہب و بات واجبہ مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علماء چاہئے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر وغیرہا میں ہمیشہ مسلک محققین رہا ہے تو بقیہ اوقات کیساتھ اس وقت بھی دعا ضرور درکار ہوگی اور اسکے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا۔ لاجرم صاحب عین العلم نے کہ اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں استحسان جمع فرمایا، طرہ یہ کہ امام ممدوح کا یہ قول حضرات منکرین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح مشکئی الاخبار میں نقل کیا اور مقرر و مسلم رکھا۔

حيث قال في عند الاقوال الثلاثون عند الجلوس بين الخطبتين حكاية الطيبي

ثم قال قال ابن المنير يحسن جمع الاقوال فتكون ساعة الاجابة واحدة منها

الا بعينها فيصافها من اجتهد في الدعاء في جميعها ۵۱

جمع کی ساعت کے تیس اقوال لیکن کہ اس قول کا ذکر کیا جو دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے، پھر کہا تیسوں اقوال اپنے طور پر حق ہیں، ہم ان میں ایک وقت کو مستجاب ضرور سمجھیں گے لیکن غیر معین طور پر۔

مقتدیوں کا حکم

مذکورہ بالا حکم امام کا ہے، رہے مقتدی ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف ہیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انہیں صرف بحال خطبہ سکوت واجب، قبل شروع و بعد ختم و بین الخطبتین دعاء وغیرہ کلام دینی کی اجازت ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عند تحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف و جواب سلام بلکہ نخل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہوا اگرچہ خطیب سے دُور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو۔

دُور مختار میں ہے،

اذا خرج الامام من الحجرة والافقيا مه للصعود شرح المجمع فلا صلوة ولا كلام الى تمامها ولو تسبيحا او رد سلام اور امرا بمعروف بلا فوق بين قريب و بعيد وقال لا باس بالكلام قبل الخطبة و بعدها و اذا جلس عند الثانی والخلاف في كلام يتعلق بالآخرة اما غيره فيكره اجماعا

جب امام حجرہ سے خطبہ کیلئے نکلے یا خطبہ کیلئے منبر پر کھڑا ہو تو اب نہ کوئی نماز (نفل وغیرہ) اور نہ کوئی اور بات نماز جمعہ فرض کی ادائیگی تک نہ کوئی تسبیح پڑھے نہ سلام کا جواب دے نہ امر بالمعروف کرے خواہ وہ امام کے قریب ہو یا دور۔ صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خطبہ سے پہلے اور بعد کو کلام میں کوئی حرج نہیں دوسرے خطبہ کیلئے بیٹھے لیکن یہ اختلاف اس کلام میں ہے جو آخری امور سے متعلق ہے اس کے علاوہ کی ہر طرح کی گفتگو کراہت پر سب کا اجماع ہے۔

تحقیق یہی یہ کہ اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو اس تحقیق کی بناء پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالت خطبہ میں وقت ذکر شریف حضورؐ نورسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلب تو بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعاء بدرجہ اولیٰ روا۔ رد المحتار میں ہے،

اذا ذكر النبي ﷺ لا يجوز ان يصلو عليه بالجهر بل بالقلب و عليه الفتوى (رہلی)

جب ذکر کر محض پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو تو جائز نہیں کہ بالجہر درود شریف پڑھے بلکہ دل میں پڑھے اسی پر فتویٰ ہے۔

علماء کو دعا زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز اور مختار قول امام ہے۔ بے شک مذہبِ متبع حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ اُس بتائے فاسدہ پر جو جنائے جہالات و ہابیہ ہے کہ عدم ورودِ مخصوص و ورودِ عدمِ مخصوص ہے وہ بھی خاص حقِ جواز میں منع کیلئے ممانعتِ خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و تحکم ہے بلکہ اس لئے کہ **اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام** پس عایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انہیں بتا دیجئے نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف، ج ۳، ص ۷۶۳ تا ۷۶۴، مطبوعہ کراچی)

اس کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے رد فرمایا ان لوگوں کا جو اس فعل یعنی دو خطبوں کے درمیان دعا مانگنے کو مشرک یا بدعتِ سیئہ کہتے ہیں وہ بحث چونکہ صرف اہل علم کو مفید ہے لہذا اس کا بیان نہیں کیا جاتا۔ آپ اسی فتویٰ کے آخر میں اپنا عمل مبارک بتاتے ہیں کہ بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کیلئے تو اُسکے جواز میں اصلاً کلام نہیں ہاں خوفِ مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر غفرلہ فتاویٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا ہے اور کبھی اخلاص کبھی دُرود پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بدعا نہ ہوں مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرح کبھی روا نہیں فرمائی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشنے۔ (آمین)

فتویٰ دیگر

اسی مسئلے میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطبین ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی مشروع و مشروع و مسنون ہے یا نہیں؟ مترجم اردو و ترجمان ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی بین الخطبین بدعت سفید اور غیر مشروع ہے پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط؟ آپ (امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ) نے اس کے جواب میں فرمایا:

الجواب مسنونیت مصطلحہ کہ ترک مستوجب عتاب الہی یا آثم و مستحق عذاب الہی ہو والعیاذ باللہ، یہ نہ کسی کا مذہب نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجع الا جاہے جان کر دعا کرتے ہیں اور بے شک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت و انمائے ذکر الہی و دل سے ہے جس کی تکثیر پر بلا تغیر و تبدل نصوح قرآن عظیم و احادیث متواترہ فی رؤف الرحیم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم تعلق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و تفارقات علماء قدیم و جدید سنن و آداب دعا سے ہے، خطیب کیلئے اس کی اجازت و مشروعیت تو بالاتفاق مذہبین حنفی و شافعی ہے یو ہیں سامعین کیلئے جبکہ وعادل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمول ہے مذہب شافعیہ میں تو اس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ میں خطیب ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف کہ وہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت متفرقی مراد ہوتی ہے۔ بخلاف کلمات ائمہ الحنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ **فان غالب محملها بها مطلقة فيها كراهة التحريم** علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ اللہی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ اذات الید مسئلۃ الشطرنج میں فرماتے ہیں، **الکراهة عند الشافعية اذا اطلقت تنصرف الى التفريعية لا التحريمية بخلاف مذهبنا** یعنی بخلاف ہمارے ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام کے کہ مطلق کراہت سے ان کی مراد کراہت تحریم ہوتی ہے اور اس قاعدہ کو امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ کے حوالہ سے بیان فرمایا تا کہ حنفیت کے مذہبوں کو خلش نہ رہے۔

اوجھڑی کی کراہت

ہمارے دور میں خفی و بریلوی بعض علمائے کرام اوجھڑی کی کراہت تزیہہ کا فتویٰ دے کر اوجھڑی خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

فقیر اویسی غفرلہ اور اس کے ہمواء کرام نے کراہت تحریم کا فتویٰ دے کر کراہت کی عبارات فقہاء پیش کیں، وہ عبارات بعض جگہ مطلق کراہت سے مذکور ہیں۔ تو انہوں نے اپنی طرف سے قاعدہ گھڑ کر کہ جہاں مطلق کراہت ہو اس سے مراد کراہت تزیہہ ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی دس سرہ کی اس تصریح کے بعد بھی کسی کو اوجھڑی مکروہ تحریم کھانے کا شوق ہے تو بے شک شوق پورا کرے لیکن اسے یقین ہو کہ اس کی کراہت تزیہہ کے فتویٰ دینے پر نہ صرف جناب خود مجرم ہیں بلکہ جتنے لوگ آپ کے فتویٰ پر اوجھڑی کھائیں گے اس کا گناہ بھی جناب کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔ (وما علینا الا البلاغ)

(اس کی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ اوجھڑی کی کراہت میں مطالعہ کریں۔)

فائدہ..... امام احمد رضا محدث بریلوی دس سرہ دو خطبوں کے درمیان گفتگو کی مزید تحقیق فرماتے ہیں کہ اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے امام ابو یوسف ارد میلٹی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں، لا یحب الاستماع وهو شغل السمع بالسمع۔ اسی میں ہے، لا یحرم الکلام حال الخطبة لا علی الخطیب ولا علی المامومین السامعین وغیرہم لکن ینکرہ الا لغرض منہم کا نذار من یقع فی بئرا وعقرب ویعلم خیرا اونہی عن شیء خطبہ کے دوران خطیب کو کوئی گفتگو کرنا حرام نہیں اور نہ ہی مقتدیوں، سامعین وغیرہ پر ہاں ان کی کوئی ذاتی غرض ہو تو مکروہ ہے لیکن ضرورت ہو تو مکروہ نہیں مثلاً کنوئیں میں گرنے والے کو اور بچھو کے ڈس سے ڈرانے کیلئے یا کوئی نیک کام بتانا اور کسی برائی سے روکنا یہ بلا کراہت جائز ہے۔

اسی میں ہے،

لا ینکرہ الکلام حال الاذان ولا بین الخطبتین ولا بین الخطبة والصلوة اذان

دو خطبوں کے درمیان یا خطبہ نماز کے درمیان بولنا مکروہ ہے۔

علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر کی صحیح المسنین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں،

يكره الكلام ولا يحرم حالة الخطبة لا قبلها ولو بعد الجلوس على المنبر ولا بعدها ولا بين الخطبتين ويسمن الطاس والرد عليه ورفع الصوت من غير مبالغة بالصلوة والسلام عليه صلى الله تعالى عليه وسلم عند ذكر الخطيب اسمعه او وصفه صلى الله تعالى عليه وسلم قال شيخنا ولا يبعد نذب القرضى عن الصحابة بلا رفع صوت وكذا التاميين لدماء الخطيب

گفتگو مکروہ ہے لیکن خطبہ کی حالت میں حرام بھی نہیں خطبہ سے پہلے اور امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اور خطبہ شروع کرنے کے وقت اور اس کے بعد اور نہ ہی دو خطبوں کے درمیان بلکہ چھینکنے والے کا الحمد کہنا اور اس کا جواب دینا اگرچہ اونچی آواز، لیکن بہت زیادہ اونچی نہ ہو اور درود شریف پڑھنا جب خطیب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رسم گرامی لے یا آپ کی کوئی صفت بیان کرے، ہمارے شیخ نے فرمایا یہ بھی بعید نہیں کہ صحابہ کے ذکر کے وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہے لیکن اونچی آواز سے نہیں ایسے ہی خطیب کی دعاء کے وقت آمین کہنا۔

یو ہیں مذہب حنفی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے نہ اوقاتِ علاش غیر حال خطبہ یعنی قبل و بعد و مابین خطبتین میں اگرچہ کلامِ دنیوی سے منع فرماتے ہیں مگر کلامِ دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پُر ظاہر کہ دعاء خاص کلامِ دینی و عبادتِ الہی ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے، اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام وهو قول الامام وقال ابو يوسف ومحمد لا باس بالكلام اذا خرج قبل ان يخطب و اذا نزل قبل ان يكبر و اختلفا في جلوسه اذا سكت فعند ابي يوسف يباح لان الكراهة للاخلال برض الاستماع والا استماع هنا وله اطلاق الامراء ببعض اختصار

صاحبِ مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ خروجِ امام سے فراغِ نماز تک کلام سے ممانعت فرمائی، مشائخِ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام میں ہے اوقاتِ علاش میں کلامِ دینی کی اجازت ہے، نہایہ و عنایہ میں اسی کو اصح کہا، ایسا ہی امام فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا مشائخِ کرام نے مطلق مراد لیا، امام ذہبی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا۔

فیصلہ رضویہ

دوسرے فتویٰ میں امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فیصلہ کے طور پر لکھا کہ..... بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کیلئے مطلقاً اور سامعین کیلئے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر ان کیلئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز احمدی فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو احدث الصحیحین پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشروع اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف ہو کافی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے عمل کرے۔ اصلاً محل اعتراض و انکار نہیں، بحر الرائق و وزیر مختار وغیرہ میں ہے، **متی کان فی المسئلة قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدهما۔**

واللہذا فقیر غرض بالآئکہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطئین دعاء کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے، **هذا جملة القول في هذا الباب والتفصيل في فتاوانا بعون الوهاب۔**

رعی مترجم وزیر مختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون سے لوگ مراد لئے ہیں اس کے زمانے میں ان اقطار کے علم علماء کہ اپنے عصر و عصر میں ہقیقہ و بی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ النجا فقیر برسوں جمعرات میں اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا، حضرت ممدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطئین میں دعاء فرمایا کرتے تھے اور سامعین کو دعاء کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتاء ہوا مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذ اعلیٰ حضرت سید العلماء سند العرفاء مولانا الحجد قدس سرہ الاسجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا، اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اس پر مہریں فرمائیں یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے فتاویٰ مسیٰ بمفید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینان کے مسائل کیلئے یہاں منقول۔

فتوائے بریلی شریف

یہ فتویٰ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے جید امجد کے تلمیذ رشید مرحوم نے مرتب فرمایا جس پر اس دور کے محققین علمائے کرام نے تصدیق و توثیق فرمائی، اس فتویٰ کے آخری مضامین ملاحظہ ہوں، فرمایا کہ..... اور مانگنا دعاء کا عین حالت خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور متحقق ہے پس مانگنا دعاء کا افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل و علا کے اور وہ وقت قبولیت دعاء کا ہے موافق مرقومہ بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا اور بھی صحیح مقارح الصلوٰۃ کے دعاء مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر سہ آیات کے مجتبے سے اور سند اجابت دعاء کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی، مقارح الصلوٰۃ میں مرقوم ہے، درمیان دو خطبہ کہ امام پہ نشیند دعاء بطریق اولیٰ جائز خواہ بود علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ **ساعة الاجابة ما بين ان يجلس الامام في الخطبة الى ان تقضى الصلوة كما صبح في صحيح مسلم و جزم الامام النووي في شرح مسلم و قال هو صواب** پس باید کرد وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت وارد است کما فی النبیؐ وغیرہ **ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار** خواند کہ عمل بر ظاہر الروایۃ و احادیث صحیح واقع گردد و اگر درست برداشتہ بخواند موافق طریقہ دعاء کہ در احادیث ست واقع گردد و عمل بزرگان نیز ہست۔

دو خطبوں کے درمیان بیٹھ کر دعاء بطریق اولیٰ جائز ہو کیونکہ دعاء کیلئے احادیث میں خصوصیت سے آیا ہے کہ ساعت اجابت امام کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت ہے یہاں تک کہ نماز ہو جائے، جیسے امام نووی نے جزم میں فرمایا اور کہا کہ یہی صواب ہے۔ پھر چاہئے کہ خطبہ کے درمیان تین آیت کی مقدار بیٹھنا ہو کیونکہ ظاہر الروایۃ میں تین آیات کا ذکر ہے اور آیت **ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار** پڑھے تاکہ ظاہر الروایۃ احادیث پر عمل ہو جائے اور اگر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگے تو موافق اس دعاء کے ہوگا جو احادیث اور بزرگان دین کے عمل پر عمل ہوگا۔

۱۸ و یقینده ۱۳۹۸ هـ